نہایت ہی معقول اور تسلی بخش انتظام کیا تھا جس کے اثرات چاروں طرف کرۂ ارض پر پھیل گئے تھے لیکن اب جب کہ نبوّت ختم ہوئے ایک زمانہ گزر گیا ہے مغرب کے غلط حکیمانہ تصوّرات تعلیم نبوّت کے اثر کو جو اب تک نوعِ انسانی کی نظریاتی اور روحانی صحت کا ضامن تھا ختم کر رہے ہیں۔ ان غلط تصوّرات نے خطرناک نفسیاتی جراثیم کی طرح نوعِ انسانی کے شعور میں گھس کر ایک عالمگیر جسمانی وبائی مرض کی طرح ایک نفسیاتی یا نظریاتی وبائی مرض پیدا کر دیا ہے اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب نوعِ انسانی اس مرض کی وجہ سے نظریاتی طور پر ہمیشہ کے لیے مُردہ ہو جائے گی لیکن ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے کہ زندگی کی رو جو درحقیقت خدا کے ارادہ کے عمل کا نام ہے اپنے مقاصد کے حصول پر قادر ہے اور انہیں ضرور پا کر رہتی ہے۔

وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ

(خدا اپنے مقصد پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔)

ارتقا کی پوری سرگزشت بتاتی ہے کہ بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی زندگی کے مقاصد میں حائل نہیں ہو سکتی۔ ذرا ان بے شمار خطرناک آسمانی حادثات اور ہولناک زمینی تباہیوں کو ذہن میں لائیے جن کا سامنا زندگی کو سب سے پہلے ایک خلیہ کے حیوان سے لے کر آج تک کے مہذّب انسان کے ظہور تک کرنا پڑا ہے، ہر آن یہ گمان ہوتا تھا کہ زندگی ہمیشہ کے لیے کرۂ ارض سے نیست و نابود ہو جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا خود غاروں کے اندر اور درختوں کے اُوپر پناہ لینے والے کمزور نہتے اور بے بس انسان کی نسل کا جنگلی درندوں کے لشکروں سے بچ نکلنا قدرت کا ایک معجزہ ہے جو اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ زندگی اپنے مقاصد کے حصول میں کسی سے شکست نہیں کھا سکتی۔ چونکہ نوعِ انسانی نے نہ صرف کرۂ ارض پر زندہ رہنا ہے بلکہ اپنے روحانی کمال کو بھی پہنچنا ہے لہٰذا ممکن نہیں تھا کہ زندگی کی رو عالمِ انسانی کے اس ہمہ گیر نظریاتی مرض کے خلاف کامیاب ردِّعمل نہ کرتی جو مغرب کے غلط تصوّرات نے پیدا کر دیا ہے، زندگی کا یہ ردِّعمل حکمتِ اقبال کی صورت میں نمودار ہوا ہے۔ ضروری ہے کہ جسمِ حیوانی کے صحت بخش ردِّعمل کی طرح یہ ردِّعمل بھی برابر ترقی کرتا رہے یہاں تک کہ کرۂ ارض سے غلط تصوّرات کا زہر نیست و نابود ہو جائے اور نوعِ انسانی اپنی نظریاتی صحت کی طرف پوری طرح

سے لوٹ آئے۔ زندگی کی رُوکا نہ ٹلنے والا تقاضا یہ ہے کہ عالمِ انسانی نظریاتی موت سے بچ جائے اور صحت یاب ہوکر پھر ارتقا کی راہوں پر چل نکلے۔ اس وقت آدم خاکی حالت زوال میں ہے، کیونکہ وہ غلط نظریات کے زیرِ اثر ارتقا کی راہوں سے ہٹ گیا ہے اور نہایت سُرعت کے ساتھ پستی کی طرف لڑھکتا چلا جارہا ہے اسے فوری علاج کی ضرورت تھی جو زندگی نے خود اپنے صحت بخش ردّ ِعمل کے ذریعہ سے اقبال کے فلسفۂ خودی کی صورت میں پیدا کیا ہے ضروری ہے کہ یہ ردّ ِعمل برابر بڑھتا اور ترقی کرتا چلا جائے اور اس سے پیدا ہونے والے صحت بخش مواد (ANTI BODIES) جو اقبال کے سچے معقول اور یقین افروز تصوّرات کی شکل میں ہیں یہاں تک ترقی کریں کہ انسانی سوسائٹی کے جسم کے کونے کونے میں پھیل جائیں اور مضر اور مہلک تصوّرات کے اثر کو ناکام بنادیں لہٰذا نہ صرف یہ ضروری ہے کہ خود قدرت کے اپنے اہتمام کے ساتھ فلسفۂ اقبال کی پہلی مکمل اور منظم تشریح وجود میں آئے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ تشریح متواتر ترقی اور توسیع پاتی رہے یہاں تک کہ تمام نفسیاتی، حیاتیاتی اور طبیعاتی حقائق علمی کو اپنے اندر جذب کرلے اور اپنی معقولیّت کی کشش کی وجہ سے آخر کار پورے عالمِ انسانی کے شعور پر حاوی ہوجائے۔
اقبال کو بجا طور پر اس بات کا یقین ہے کہ ایسا ہی ہوگا یہی سبب ہے کہ وہ کہتا ہے:

پس از من شعر من خوانند و مے رقصند و مے گویند
جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خود آگاہے

(جاری ہے)

**بیرون ملک خریداران حکمتِ قرآن نوٹ فرمالیں!**

ماہنامہ "حکمتِ قرآن" کے بیرونِ ملک کے تمام سالانہ خریدار حضرات کے خریداری نمبر تبدیل ہوگئے ہیں۔ براہ کرم اپنا نیا خریداری نمبر "حکمتِ قرآن" کے لفافے سے نوٹ کرلیجئے!

## نقطۂ نظر

قاضی ظفرالحق

# اتحادِ امّت کی حقیقی بنیادیں

### امت کا مزاج

یہ امت اپنے خصائص وامتیازات میں دیگر اقوام وملل سے قطعاً مختلف ہے دیگر خصائص وامتیازات کیساتھ اس کی ایک خصوصیت جو اختلاف کا بنیادی سبب ہے اس کی اتحاد امۃ اور اس سے بھی آگے بڑھ کر اتحادِ نوعِ انسانی کی خواہش اور تمنا ہے جو اس کا خمیر گوندھتے ہوئے اس میں کثرت سے ملا دی گئی تھی ۔ چنانچہ اس امت نے ہمیشہ اختلاف وافتراق کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے اور اس کی چودہ سو سالہ تاریخ میں متعدد تحریکیں اور افراد اتحاد کے داعی بن کر اٹھے اور انہوں نے تفرقہ واختلاف کی مذمت کرنے اور اتحاد کی سعی وکوشش کرنے میں اپنی جانیں کھپادیں ان میں ابن تیمیہؒ ۔ شاہ ولی اللہؒ اور جمال الدین افغانیؒ کے نام بہت تابندہ ہیں ۔ مگر یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ امت میں تفرقہ پیدا بھی ہوا اور اس نے امت کو سخت نقصان بھی پہنچایا اور آج بھی اتحاد کی کوششوں کے علی الرغم تفرقے اور اختلافِ سیئہ ومذموم نے امت کی ہوا اکھیڑ رکھی ہے جس کے سبب سے دنیا کی آبادی کا یہ پانچواں حصہ اپنا کردار، مثبت اور صالح طور پر ادا کرنے سے قاصر ہے ۔

### امت کا فرضِ منصبی اور اس کا تقاضا

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ أُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۝

یہ امت خیرامت اور امت وسط بنا کر اس لیے مبعوث کی گئی ہے تاکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کر کے شہادت علی الناس کا فریضہ ادا کرے ۔ امرِ معروف اور نہی منکر کے لیے اتحاد ازحد ضروری ہے اسی لیے اس کا تاکیدی حکم دینے کے ساتھ ہی اختلاف سے یہ کہہ کر سختی سے روک دیا گیا کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَأُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔

سورۂ شوریٰ میں اقامتِ دین کا حکم ارشاد فرما کر انتہائی تاکید کے ساتھ تفرقہ فی الدین سے روک دیا گیا۔

ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ ۔

ان تصریحات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایک تو امت کا مزاج تفرقہ واختلاف سے بیزاری ہے دوسرے امتِ مسلمہ کا فرضِ منصبی تفرقے سے پرہیز اور اتحاد و اتفاق کی تلقین کرنا ہے اور اس کی ادائیگی اتحادِ امت پر ہی موقوف ہے۔ دنیا آج حیرانگی و درماندگی کے ایسے موڑ پر کھڑی ہے کہ اسے اپنا راستہ سجھائی نہیں دے رہا اور وہ راستے کے تعین کرنے میں یا تو غلطی کر بیٹھی ہے یا پھر صحیح اور غلط میں تمیز کی قوت کھو بیٹھی ہے۔ اس صورتحال سے اگر دنیا کو کوئی نکال کر صراطِ مستقیم اور نجات کی راہ دکھا سکتا ہے تو یہی امت ہے۔ جو اگر اپنے فرضِ منصبی کی ادائیگی بحسن و خوبی کرے تو تباہی اور بربادی کے غار میں جاتی ہوئی دنیا سلامتی کی شاہراہ پر گامزن ہو سکتی ہے۔

چنانچہ امت کا فرضِ منصبی جس کی حقیقی اور احسن ادائیگی امت کے حقیقی اتحاد پر موقوف ہے۔ آج ہم سے اس بات کا مطالبہ کر رہا ہے کہ ہم امت مرحومہ کی صحیح اور مضبوط بنیادوں پر شیرازہ بندی کریں اور اس کے داخلی اور خارجی وسائل بروئے کار لا کر اسے دنیا میں ایک فیصلہ کن طاقت بنا دیں تاکہ نہ صرف یہ کہ ہم اپنا فرضِ منصبی ادا کر سکیں بلکہ امت کو دنیا میں سربلند و ذیشان کر سکیں۔

وقتِ رواں کے اس تقاضے کو امت کے تقریباً سب ہی فہیم عناصر سمجھ رہے ہیں اور دل سے چاہتے ہیں کہ اس تقاضۂ وقت کو پورا کرنے کی کوئی سبیل پیدا ہو۔ اس سلسلے میں بعض افراد اور حلقوں کی طرف سے کچھ تجاویز بھی آئی ہیں جو یقیناً لائق تحسین اور قابلِ توجہ ہیں مگر افسوس کہ ان میں سے اکثر کو پیش کرتے وقت صورتِ واقعہ کا صحیح لحاظ نہیں رکھا گیا ایک تو اختلاف کا اصل سبب جو یقیناً تقوی اور اسلامی شعور کا فقدان ہے اس پر توجہ نہیں دی گئی دوسرے زیادہ تر اتحاد کی بات مذہبی اختلافات کے خاتمے یا ان کی موجودگی میں اتحاد کرنے کی تلقین تک محدود ہے تیسرے غیر ارادی اور شاید لاشعوری طور پر اتحاد کی تجاویز کو ملکی پیمانے تک محدود کر دیا گیا ہے حالانکہ امتِ مسلمہ تمام ممالک و اقوام میں پھیلی ہوئی کائی کا نام ہے اور اس وقت یہ مرحوم امت جس صورتحال سے دوچار ہے اس کا تقاضا ہے کہ امت زندگی کے تمام میدانوں میں شیرازہ بندی کرے جو دنیا میں اس کی بقا اور آخرت میں فرضِ منصبی کی ادائیگی کے سلسلے میں ہونے والی پوچھ گچھ میں نرمی اور آسانی کا سبب بنے گی۔

اس سلسلے میں اہلِ علم حضرات کے غور و فکر اور اتحاد کی سعی و کوشش کرنے والے مجاہدین کے لیے راہِ عمل کے طور پر ہمارے پاس چند تجاویز ہیں جنہیں ہم اس امت کے اتحاد کی حقیقی بنیادیں سمجھتے ہیں اور ہمارے خیال میں انہیں مستحکم کیے بغیر اتحادِ امت کی کوششیں صحیح معنوں میں بارآور نہ ہو سکیں گی۔

**تقوی** | آخرت میں بازپرس اور سزا کے امکان نیز خدا تعالیٰ کے سامنے ہر معاملے میں جوابدہ ہونے کے احساس کا نام تقوی ہے۔

اسلام چاہتا ہے کہ اس کا ہر پیروکار اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں متقیانہ رویے کو اپنائے

اور پیروی نفس اور بغیاً بینھم سے بچے جو کہ اختلافات مذمومہ کی اصل ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَمَا تَفَرَّقُوْآ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ

وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ۚ

اسلام چاہتا ہے کہ معاشرے میں تقویٰ کی روش عام ہو تاکہ وہ مفسدات جنم ہی نہ لینے پائیں جو کہ فرقہ واریت اور انتشار کے پھیلنے کا سبب بنتے ہیں۔

ایک متقی النفس انسان ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے کوشاں رہتا ہے اور ہر اس کام سے جس میں اسے آخرت کا فائدہ نظر نہ آئے بچتا اور حتی الامکان ہوا و ہوس کے ماحول سے دور بھاگتا ہے۔ وہ ہر کام کو خدا تعالیٰ اور رسولؐ کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر کرنا چاہتا اور ہر اختلاف کا حل قرآن و سنت میں تلاش کرتا ہے چنانچہ ایک متقی انسان کے ہاتھوں جو ہوا و ہوس سے نفرت کرتا اور نفس کی پیروی سے بچتا ہے یہ ناممکن ہے کہ اتحاد و امت کے شجر طیب پر آری چل سکے اور عربی و عجمی یا رنگ و نسل ذات پات اور زبان و مسلک کا اختلاف اس کے ذریعے کوئی قبیح صورت یا فتنے کی شکل اختیار کر لے۔

چنانچہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر شعبۂ زندگی سے منسلک مسلمان کے ذہن میں آخرت کی جوابدہی کا احساس اور دل میں خداوند کریم کا خوف پیدا کیا جائے۔ کیونکہ انفرادی زندگی میں مسلمانوں کو قرآن و حدیث جس بات کے اختیار کرنے پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں وہ یہی تقویٰ ہے۔

افسوس کے قرآن و سنت کی ہدایات کے مطابق جسقدر یہ کام اہم ہے اسی قدر مصلحین امت کی نظروں سے اوجھل۔

## شعورِ اسلامی

دوسری اہم بنیاد اسلامی شعور ہے جس کی عدم موجودگی کے سبب وہ اختلافات تفرقہ بن جاتے ہیں جو اسلامی نقطۂ نظر سے قطعاً اہم نہیں ہوتے۔ اسلامی شعور کی عدم موجودگی کی وجہ سے عوام میں معروف اسلامی اخوت اور وسعتِ قلبی کے جوہر ناپید ہوتے جا رہے ہیں امت چھوٹے چھوٹے فرقوں میں بٹ رہی ہے اور مسجدیں جو کبھی اخوت کا مظہر ہوتی تھیں آج سیاسی اور مذہبی عناصر کی کشاکش کا اکھاڑا بن کر رہ گئی ہیں۔

ان حالات میں یہ ازحد ضروری ہے کہ عوام کو اس بات کا احساس دلایا جائے کہ اسلام کی بنیاد کلمۂ توحید پر ہے جو اسے پڑھتا ہے وہ مسلمان ہے اور اس امت کا ایک حصہ فقہی اور کلامی اختلافات کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور اصل اہمیت قرآن و حدیث کی ہے جو اسلام کا سرچشمہ ہیں جو انہیں مانتا اور ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی کوشش کرتا ہے وہ خواہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو برحق

راستے پر ہے اور اس کا ساتھ دینا افضل ہے۔

امت میں اسلامی شعور قرآن وحدیث کی تعلیمات عام ہو جانے ہی سے پیدا ہوگا چنانچہ جو افراد اور تحریکیں اسلام کے لیے کام کر رہے ہیں انہیں اس بات پر بہت زیادہ توجہ دینی چاہیئے کہ عوام میں تقویٰ اور اسلامی شعور پیدا ہو تاکہ تعصب اور گھٹن کی فضا ختم ہو اور اسلامی اتحاد اور اقامتِ دین کی راہ ہموار ہو سکے۔

**اعتصام بحبل اللہ** اس امت کی بنیاد قرآن کریم پر رکھی گئی ہے امت اسوقت وجود میں آئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن حکیم نازل ہونا شروع ہوا۔ اسی طرح اسلامی معاشرے کی تشکیل قرآن کے بتائے ہوئے نقشے کے مطابق کی گئی ہے چنانچہ اتحادِ امت اور اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے قرآن کریم پر جمع ہونا اسے مضبوطی سے تھامنا اور اس کی ہدایات پر سرِ مو انحراف کیے بغیر چلنا ناگزیر ہے۔

ہمارے نزدیک کتاب ہدایت کی موجودگی میں یہ بات درست نہیں ہے کہ مسلمان اپنے اختلافات کا حل یا تو تلاش ہی نہ کریں یا پھر اس کتاب سے باہر تلاش کریں جس کے لیے رسولِ اکرمؐ نے فرمایا ہو کہ 'اس میں تمہارے درمیان ہونے والے تمام اختلافات کا حل موجود ہے' وحکم ما بینکم۔

یہ ہماری نظر میں اس کتاب پر اور خود مسلمانوں کے عوام پر ظلم ہوگا اگر ایک صحیح حکم کی موجودگی میں راہ صواب معلوم کرنے کے لیے اس سے رجوع نہ کیا جائے۔

چنانچہ یہ امر ازحد ضروری ہے کہ امت اپنے تمام اختلافات و نزاعات میں اس کتاب ہدایت کو حکم تسلیم کرے اس کے فیصلے بہ طیبِ خاطر قبول کرے اور اس سلسلے میں تاویل کے بجائے نظم قرآن، ظاہر معانی، سنت اور سلف سے منقول اجماع پر بھروسہ کرے نیز تمام معاملات میں انفرادی اور اجتماعی طور پر قرآن مجید سے رہنمائی حاصل کرے جو ہمارے وجود کا سرچشمہ اور بقا کا ضامن ہے۔

**سنتِ رسول اللہؐ** قرآن حکیم اسلام کا اصل منبع اور سرچشمہ ہے مگر اس میں اجمال و اختصار بھی ہے چنانچہ دو مشکلات اس سے رجوع کرتے ہوئے درپیش آتی ہیں ایک تو اس میں تمام معاملات کی تفصیلات موجود نہیں دوسرے غیر متقی افراد مجمل آیات کو اپنی خواہشِ نفسانی کے مطابق معانی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں جس سے اتحاد پارہ پارہ ہو سکتا ہے چنانچہ اس لئے اس کا سدِ باب اللہ تعالیٰ نے رسول بھیج کر کر دیا جس کا فرضِ منصبی یہ ہے کہ قرآن حکیم میں آنے والے ہر حکم کو عملاً اور قولاً واضح فرمائیں چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس۔

محدثین کرامؒ کا امتِ مرحومہ پر بہت عظیم احسان ہے کہ انہوں نے انتہائی جانفشانی اور احتیاط سے رسولِ اکرمؐ کی زندگی کا غالباً ایک ایک لمحہ محفوظ کر لیا ہے چنانچہ یہ ضروری ہے کہ ہر معاملے میں تفصیل

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوے میں تلاش کی جائے اور اگر ایک معاملے میں ایک سے زائد احادیث ملیں تو حضرت امام اعظمؒ کے دیئے ہوئے اس سنہری اصول پر عمل پیرا ہوا جائے کہ " اذا صح الحدیث فہو مذہبی " جو حدیث اصح ہو وہی میرا مذہب ہے ۔ اور اگر ایک معاملے میں بالکل ایک سی حدیثیں ایک سی سند اور ایک صحت کی آجائیں تو اقرب إلی المفہوم القرآن حدیث لیکر دوسری کی تطبیق یا معقول توجیہہ کر دی جائے ورنہ ہر دو پر عمل میں آزادی دے دی جائے۔

اس طرح امید ہے کہ اختلافات کی خلیج مٹ جائے گی اور اتحاد کے لیے ایک مضبوط بنیاد فراہم ہو جائے گی ۔

ہمارا اس بات پر کامل ایمان ہے کہ سنت نبویؐ آج بھی اور آئندہ بھی پیدا ہونے والے مسائل حیات کو صحیح صحیح حل کرنے اور ہر بحرانی صورتحال اور کیفیت سے نپٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور خلوص دل سے کوشش کی جائے تو یہ مسلم امہ کے درمیان ہر قسم کے اختلافات کو ختم کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے ۔

## خلافتِ اسلامیہ کا احیاء

اس امت کی مثال ایک ایسی عمارت کی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کی تقویت کا سبب بنتا ہے اور ایک حصے کا نقصان یا انہدام دوسرے تمام حصوں کو متاثر کرتا ہے ۔ امت مسلمہ کی ایک عرصہ دراز سے یہ کیفیت ہے کہ یہ اپنی آفاقیت کھو کر قوموں اور ممالک کی حدوں میں محدود ہو کر اور بٹ کر رہ گئی ہے جس کا اصل سبب اس کی مرکزیت کا خاتمہ ہو جانا ہے ۔ امت کے اتحاد اور اس کی آفاقیت کے ایکبار پھر واپس لانے کا طریقہ صرف ایک ایسے با اختیار اجتماعی ادارے کا قیام ہے جو اس کی دینی اور دنیوی معاملات میں قرآن و سنت کے مطابق رہنمائی کر سکے جو امت کی جانب سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کرے اور امت کے تمام ذرائع و وسائل جمع کر کے اور تمام علاقوں میں بکھری ہوئی صلاحیتوں اور قوتوں کو بروئے کار لا کر منظم اور مربوط طریقے سے امت کی فلاح و بہبود پر خرچ کرے اور اس امت کو آنحضورؐ کے بتائے ہوئے سیدھے راستے پر گامزن رکھے ۔ ہماری مراد خلافت علیٰ منہاج نبوت کے قیام سے ہے ۔ جو مسلمانوں کی قوت کا مظہر اور مرکزیت کا سرچشمہ ہے اور اتحاد کے اکثر داعیان اور مصلحین امت جس کے قیام سے بے پرواہ یا مایوس ہو گئے ہیں حالانکہ اس کے قیام کیلئے جد و جہد فرض کا درجہ رکھتی ہے اور اتحاد کی کوشش اس کے قیام کے بغیر بار آور نہیں ہو سکتیں ۔

قرآن و سنت امت مسلمہ کی فکری بنیادیں ہیں اور خلافت اسلامیہ اس کی عملی وحدت کی بنیاد ہے خلافت اسلامیہ کا احیاء اسوقت کی تمام اسلامی تحریکوں اور اسلامی حکومتوں کے پیش نظر ہونا چاہیئے نیز اصحاب علم حضرات کو چاہیئے کہ ہر اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقع پر اس طرف حکومتوں اور سربراہوں کی توجہ مبذول کرائیں ۔ شاید کہ تحریک خلافت کے شہیدوں کا خون اس طرح رنگ لائے ۔

اٹھاتے ہوئے اور ان کی آراء کا آفاقی حصہ برقرار رکھتے ہوئے۔

اگرچہ یہ کام بظاہر ناممکن العمل نظر آتا ہے مگر درحقیقت جس طرح خلافت علیٰ منہاج نبوت کا قیام ممکن ہے اسی طرح عالمی فقہ کی تدوین و تنفیذ بھی عین ممکن ہے۔ اگر کچھ اسلامی ممالک مثلاً پاکستان ایران سوڈان سعودی عرب وغیرہ کی حکومتیں ملکر اس کی طرف توجہ کریں اور ایسے اصحاب علم جن پر عوام المسلمین کو اعتماد ہو اس کام پر مامور کریں تو امید ہے کہ نہ صرف یہ کہ یہ کام ہو جائے گا بلکہ دیگر مسلم ممالک بھی اس میں شامل ہو جائیں گے اور اس کی اہمیت کو سمجھ کر فقہ عالمی اپنے ممالک میں نافذ بھی کریں گے۔

## چند فوری اقدامات

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ میری امت کے ہر بگاڑ (چھوٹے یا بڑے) کی ذمہ داری علماء اور امراء پر عائد ہوتی ہے۔ اوکما قال۔

اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اس امت کی خرابیوں اور بگاڑ کی درستگی بھی انہیں دو طبقات کے ذریعہ ممکن ہے۔ چنانچہ افتراق امت اور عوام و خاص میں جہالت اور تقویٰ کا فقدان قسم کی جو خرابیاں ہیں وہ انہیں دو طبقات کے ٹھیک کرنے سے ٹھیک ہونگی۔

اس سلسلے میں علماء تو یہ کام کر سکتے ہیں کہ افراد میں تقویٰ اور شعور اسلامی مبنی بر تعلیمات قرآن و حدیث پیدا کریں تاکہ وسعت قلبی پیدا ہو سکے۔ اور جمعہ و عیدین کے خطبات میں بجائے فریق مخالف پر کیچڑ اچھالنے کے قرآن و سنت کی روشنی کو عام کریں اور مناظرہ و مباہلہ بازیوں اور اشتعال انگیز بیانات سے پرہیز کریں تاکہ نفرت کی فضا کم ہو۔

تحریر و تقریر کی قوت سے کام لیکر عوام و خاص کو فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے تیار کریں اور قیام خلافت و امارت شرعیہ کے لیے ان کی توجہ مبذول کرائیں جس کے عدم وجود سے امت ایک اہم فریضہ کی تارک اور اجتماعیت سے عاری ہے اور مرنے والے جو اس کے قیام اور اس کی کوششوں میں شامل ہوئے بغیر مر رہے ہیں جاہلیت کی موت کا شکار ہو رہے ہیں۔

من خلع یداً من طاعۃٍ لقی اللہ یوم القیامۃ لا حجۃ لہ ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃً جاھلیۃ (مسلم عن عبداللہ ابن عمر)

دوسرے علماء انفرادی اور اجتماعی طور پر جدید مسائل سے آگاہی حاصل کرکے حکومت اور عوام کی ان کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر سے رہنمائی کریں۔ حکومتوں پر اندرون ملک اس ضمن میں یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کسی قسم کا اشتعال انگیز لٹریچر فرقہ وارانہ بیان یا اسی طرح کی دلآزار چیز نہ چھپنے دیں۔ حکومتیں مساجد اور مدرسوں کو اپنے انتظام میں لے انکی بھرپور سرپرستی کرے اور نصاب تعلیم میں از کار رفتہ علوم نکال کر جدید علوم داخل کرے جنہیں اسلامی نقطۂ نظر سے پڑھایا جائے۔

بین الاقوامی سطح پر کیونکہ ہمیں ایک پلیٹ فارم یعنی اسلامی کانفرنس میسر ہے اس لیے اس

## فقہِ عالمی کی تدوین و تنفیذ

فقہ یا اسلامی قانون کی تدوین اتفاق کی بات ہے کہ اس زمانے میں عمل میں آئی جب اس قسم کے کاموں کی طرف سے حکومت کی توجہ اور سرپرستی ختم ہو چکی تھی دوسرے حکومتیں بھی اس معیار کی نہ تھیں کہ عوام ان پر مکمل بھروسہ کر سکتے چنانچہ اسلامی قانون کی تدوین کا وہ اہم کام جو اس وقت کا سب سے بڑا چیلنج تھا اکابرینِ امت نے شخصاً شخصاً سنبھالا اور اس اہم فریضہ کی ادائیگی انفرادی سطح پر ان افراد کے ہاتھوں ہوئی جن پر امت کو مکمل اعتماد اور جن کی فراست و تقویٰ پر کامل یقین تھا۔ انفرادی سطح پر اتنا عظیم کام ہونے کے سبب سے امت میں قانونی اور فقہی وحدت برقرار نہ رہ سکی مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ امت فرقوں میں بٹ گئی ہو بلکہ اس سے مُراد صرف یہ ہے کہ امت ایک عالمگیر قانون بایں معنی وجود میں نہ لا سکی جس پر تمام امت کا اتفاق ہو۔ اسی طرح یہ فقہیں اس دور میں وجود میں آئیں جب تدوینِ حدیث کا کام ابتدائی حالت میں تھا یعنی زیادہ سے زیادہ اپنے شہر یا ملحقہ بلاد میں پائی جانے والی احادیث جمع کر لی گئی تھیں اور انہیں سے کام چلایا جا رہا تھا چنانچہ بعض اوقات ایک صحیح حدیث سے لاعلمی کی بنا پر کم درجہ کی حدیث یا قیاس پر فیصلہ کر دیا گیا جو کہ اس فقہ کا مستقل جزو بن گیا۔

یہ بھی ایک بیّن حقیقت ہے کہ زمانہ مسلسل تغیر پذیر ہے اور زمانے کے نت نئے مسائل بسا اوقات ایسی گھمبیر صورت اختیار کر جاتے ہیں جنہیں پُرانے نظائر و شواہد کی مدد سے حل کرنا ناممکن ہو جاتا ہے اس صورتحال میں اجتہاد از حد ضروری ہو جاتا ہے کیونکہ اتحادِ امت میں فرضِ منصبی کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے اُس کا تقاضا ہے کہ امت ہر جدید مسئلے کا حل قرآن و سُنت کی روشنی میں پیش کر کے دنیا کو راہِ صواب دکھائے ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کچھ مخلص حضرات کی یہ رائے ہے کہ تمام ممالک اپنی اپنی فقہ مُدوّن کریں مگر ہم اس رائے سے اس لیے متفق نہیں ہیں اس لیے کہ جب تدوین حدیث کا کام مکمل ہو چکا اور زمانہ بھی اس مقام پر دنیا کو لے آیا ہے کہ وہ ایک گھر کا آنگن بن گئی ہے تو کیوں نہ فقہی اختلافات کو ملکی سطح تک وسیع کرنے کے بجائے تمام ممالک کے علمائِ جدید و قدیم کو جمع کر کے ایک عالمی فقہ کی تدوین کا کام شروع کر دیا جائے تاکہ تمام اسلامی ممالک میں جدید مسائل پر ایک ہی سا رویہ اور ردعمل سامنے آئے جو کہ امت کی قانونی وحدت کا بھی ترجمان ہو گا اور امت کی اکثریت کا فیصلہ ہونے کے سبب سے صائب بھی۔ ہماری رائے میں فی الحال عقائد اور عبادات کو تو افراد پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ عوام کا براہِ راست ان سے تعلق ہوتا ہے اور ان میں اجتہاد سے ان کا اعتماد ان پر سے بلکہ کل دین پر سے اٹھ جائے گا جو یقیناً ناقابل بیان نقصان ہو گا البتہ غیر تشریعی فقہی حصے پر اجتہاد کیا جانا چاہیے تاکہ مسائل جدیدہ میں اسلام کا نقطۂ نظر سامنے آئے نیز قانونی (عدالتی و حکومتی) حصے پر بھی اجتہاد اور قرآن و حدیث کی روشنی میں نظرِ ثانی کی جانی چاہیے مگر بزرگوں کی محنت سے فائدہ